فہم قرآن: تفاسیر کی روشنی میں

اخذ و ترتیب: خرم مراد

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (الانفال ۸: ۴۵-۴۶)

اے ایمان والو' جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو' اور اللہ کو بہت یاد کرو' تاکہ تم مراد پاؤ۔ اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا' اور آپس میں نہ جھگڑو' پھر نامرد ہو جاؤ گے' اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا' اور صبر کرو' بیشک اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے۔ (موضح القرآن: شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

اے ایمان لانے والو' جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو' توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو' یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (تفہیم القرآن: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

تفسیر القرآن العظیم: حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن کثیرؒ

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جنگ کے آداب اور دشمن سے مقابلہ کے وقت شجاعت کی تعلیم دے رہا ہے۔

عبداللہ بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات میں انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوا' تو آپؐ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا' اے

لوگو! دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو۔ لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدمی دکھاؤ' اور یقین جانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر آپؐ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی کہ اے کتاب نازل فرمانے والے' بادلوں کو چلانے والے' اور لشکروں کو شکست دینے والے اللہ' ان کافروں کو شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو' لیکن جب مقابلہ پیش آجائے تو ثابت قدمی دکھاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اگر وہ شور مچائیں' چیخیں چلائیں تو تم خاموشی اختیار کرو۔ زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کو تین مواقع پر خاموشی پسند ہے۔ قرآن کی تلاوت کے دوران' لڑائی کے وقت' اور جنازہ کے موقع پر (طبرانی)۔ ایک اور حدیث میں ہے' میرا کامل بندہ وہ ہے جو لڑائی کے وقت بھی میرا ذکر کرتا ہے۔ یعنی اس حال میں بھی مجھے یاد کرنے' مجھ سے دعا کرنے اور مدد طلب کرنے کو ترک نہیں کرتا۔

حضرت قتادہؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اس حال میں بھی فرض کر رکھا ہے جب پوری تیزی کے ساتھ تلوار چل رہی ہو۔ حضرت عطاؒ کا قول ہے' چپ رہنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا لڑائی کے وقت واجب ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ابن جریجؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا ہم اللہ کو بلند آواز سے یاد کریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا' ہاں۔ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو تلاوتِ قرآن اور ذکر سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کو نماز اور قتال کے وقت اس کا حکم نہ دیا جاتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جنگ کے وقت بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

شاعر کہتا ہے' عین جنگ وجدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔" عنترہ کہتا ہے' نیزوں اور تلواروں کی جھنکار میں بھی میں تجھے یاد کرتا ہوں۔"

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دشمنوں سے مقابلے کے وقت ثابت قدم رہنے اور میدان جنگ میں صبرو استقامت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ اس وقت نہ فرار اختیار کرو' اور نہ نامردی اور بزدلی دکھاؤ' بلکہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' اس کو نہ بھولو' اسی سے مدد طلب کرو' اسی پر بھروسہ کرو' اور انہی سے دشمنوں پر غالب ہونے کا سوال کرو۔

اور یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ جن باتوں کا اس نے حکم دیا ہے' انھیں بجا لاؤ۔ جن سے اس نے منع کیا ہے' ان سے رک جاؤ۔

اور یہ کہ آپس میں جھگڑے نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم ذلیل ہو جاؤ گے' اور بزدلی جم جائے گی۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ یعنی تمہاری قوت' وحدت اور سربلندی جاتی رہے گی۔ اور فرمایا' صبر کرو' بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شجاعت و بہادری' اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم بجا لانے اور ہدایت کی راہ پر چلنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی مثال نہ پہلی امتوں اور ادوار میں ملتی ہے' اور نہ بعد میں۔ اور یہ رسول اللہؐ کی برکت اور ان کی اطاعت کا ثمر ہے کہ مختصر سی مدت میں انھوں نے نہ صرف مشرق و مغرب کے ممالک فتح کیے بلکہ لوگوں کے دلوں کو بھی مسخر کیا۔ ان کی تعداد اگرچہ تمام ممالک کے لشکروں' رومیوں' ایرانیوں' ترکوں' صقالیہ' بربروں' حبشیوں' سوڈانیوں' قبطیوں اور تمام اقسام کے گروہوں سے کم تھی' لیکن انھوں نے سب کو مغلوب کر لیا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم بلند ہو گیا' اس کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گیا' اور اسلامی سلطنت کی سرحدیں مشرق و مغرب میں تیس سال سے کم مدت میں پھیل گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو بھی راضی کرے۔ ہمارا انجام بھی اس گروہ میں ہو۔ بے شک وہ کریم اور وھاب ہے۔

موضح الفرقان: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

ذکر میں نماز' دعا' تکبیر' اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ "اللہ" کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہی تھا **اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** (الرعد ۲۸)

یعنی ہوا خیزی ہو کر اقبال و رعب کم ہو جائے گا۔ بد رعبی کے بعد فتح و ظفر کیسے حاصل کر سکو گے۔ جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر و استقامت سے برداشت کرو' ہمت نہ ہارو' مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو بتلا دیا گیا کہ کامیابی کی کنجی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ دولت' لشکر اور میگزین وغیرہ سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ ثابت قدمی' صبر و استقلال' قوت و طمانیت قلب' یاد الٰہی' خدا اور رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری اور باہمی

اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔

بیان القرآن : مولانا اشرف علی تھانویؒ

اوپر بدر کے واقعات تھے۔ آگے ایسے مواقع قتال کے آداب ظاہری و باطنی کی مسلمان کو تعلیم ہے۔

اے ایمان والو' جب تم کو (کفار کی کسی) جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو)۔

(ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو' (بھاگو مت)۔

اور (دوسرے یہ کہ) اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو' (کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے)۔ امید ہے کہ تم (مقابلہ میں) کامیاب ہو' (کیونکہ ثباتِ قدم اور ثباتِ قلب جب جمع ہوں تو کامیابی غالب ہے)۔

اور (تیسرے یہ کہ تمام امورِ متعلقہ حرب میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو' (کہ کوئی کارروائی خلاف شرع نہ ہو)۔

اور (چوتھے یہ کہ اپنے امام سے اور باہم بھی) نزاع مت کرو' ورنہ (باہمی نا اتفاقی سے) کم ہمت ہو جاؤ گے۔ (کیونکہ قوتیں منتشر ہو جائیں گی' ایک کو دوسرے پر وثوق نہ ہو گا' اور اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے) اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (ہوا خیزی سے مراد بد رعبی ہے' کیونکہ دوسروں کو اس نااتفاقی کی اطلاع ہونے سے یہ امر لازمی ہے)۔

اور (پانچویں یہ کہ اگر کوئی امر ناگواری کا پیش آئے تو اس پر) صبر کرو' بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (اور معیّتِ الٰہی موجبِ نصرت ہے)۔

معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ

حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو میدانِ جنگ اور مقابلۂ دشمن کے لیے ایک خاص ہدایت نامہ دیا ہے' جو ان کے لیے دنیا میں کامیابی اور فتحمندی کا اور آخرت کی نجات و فلاح کا نسخۂ اکسیر ہے' اور قرونِ اولیٰ کی تمام جنگوں میں مسلمانوں کی فوق العادت کامیابیوں اور فتوحات کا راز اسی میں مضمر ہے۔ اور وہ چند چیزیں ہیں۔

اوّل، ثبات۔ یعنی ثابت رہنا اور جمنا، جس میں ثباتِ قلب اور ثباتِ قدم دونوں داخل ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی شخص کا دل مضبوط اور ثابت نہ ہو اس کا قدم اور اعضاء ثابت نہیں رہ سکتے، اور یہ چیز ایسی ہے جس کو ہر مومن و کافر جانتا ہے اور سمجھتا ہے، اور دنیا کی ہر قوم اپنی جنگوں میں اس کا اہتمام کرتی ہے۔ کیونکہ اہلِ تجربہ سے مخفی نہیں کہ میدانِ جنگ کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ کامیاب ہتھیار ثباتِ قلب و قدم ہی ہے، دوسرے سارے ہتھیار اس کے بغیر بیکار ہیں۔

دوسرے ذکر اللہ۔ یہ وہ مخصوص اور معنوی ہتھیار ہے جس سے مومن کے سوا عام دنیا غافل ہے۔ پوری دنیا جنگ کے لیے بہترین اسلحہ اور نئے سے نیا سامان مہیا کرنے اور فوج کے ثابت قدم رکھنے کی تو پوری تدبیریں کرتی ہے، مگر مسلمانوں کے اس روحانی اور معنوی ہتھیار سے بے خبر اور ناآشنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر میدان میں جہاں مسلمانوں کا مقابلہ ان ہدایات کے مطابق کسی قوم سے ہوا، مخالف کی پوری طاقت اور اسلحہ اور سامان کو بیکار کر دیا۔ ذکر اللہ کی اپنی ذاتی اور معنوی برکات تو اپنی جگہ ہیں ہی، یہ بھی حقیقت ہے کہ ثباتِ قدم کا اس سے بہتر کوئی نسخہ بھی نہیں۔ اللہ کی یاد اور اس پر اعتماد وہ بجلی کی طاقت ہے جو ایک انسانِ ضعیف کو پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کر دیتی ہے، اور کیسی ہی مصیبت اور پریشانی ہو اللہ کی یاد سب کو ہوا میں اڑا دیتی ہے اور انسان کے قلب کو مضبوط اور قدم کو ثابت رکھتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھیے کہ جنگ وقتال کا وقت عادۃ" ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرتا، اپنی فکر پڑی ہوتی ہے۔ اسی لیے جاہلیتِ عرب کے شعراء میدانِ جنگ میں بھی اپنے محبوب کو یاد کرنے پر فخر کیا کرتے ہیں کہ وہ بڑی قوتِ قلب اور محبت کی پختگی کی دلیل ہے۔ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے **ذکرتک والخطی یخطر بیننا۔** یعنی میں نے تجھے اس وقت بھی یاد کیا جب کہ نیزے ہمارے درمیان لچک رہے تھے۔

قرآن کریم نے اس پُر خطر موقع میں مسلمانوں کو ذکر اللہ کی تلقین فرمائی، اور وہ بھی کثیراً کی تاکید کے ساتھ۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ پورے قرآن میں ذکر اللہ کے سوا کسی عبادت کو کثرت سے کرنے کا حکم نہیں۔ **صلوٰۃ کثیراً، صیاماً کثیراً** کہیں مذکور نہیں۔ سبب یہ ہے کہ ذکر اللہ ایک ایسی آسان عبادت ہے کہ اس میں نہ کوئی بڑا وقت خرچ ہوتا نہ محنت، نہ کسی دوسرے کام میں اس سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ذکر اللہ

کے لیے کوئی شرط اور پابندی' طہارت' لباس اور قبلہ وغیرہ کی نہیں لگائی۔ ہر شخص ہر حال میں' باوضو' بے وضو' کھڑے' بیٹھے' لیٹے ذکر کرسکتا ہے۔ اور اس پر اگر امام جزری کی اس تحقیق کا اضافہ کرلیا جائے' جو انھوں نے حصن حصین میں لکھی ہے' کہ ذکر اللہ صرف زبان یا دل سے ذکر کرنے ہی کو نہیں بلکہ ہر جائز کام جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رہ کر کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ ہے' تو اس تحقیق پر ذکر اللہ کا مفہوم اس قدر عام اور آسان ہو جاتا ہے کہ سوتے ہوئے بھی انسان کو ذاکر کہہ سکتے ہیں۔ جیسے بعض روایات میں ہے **نوم العالم عبادة** یعنی عالم کی نیند بھی عبادت میں داخل ہے' کیونکہ عالم جو اپنے علم کے مقتضی پر عمل کرتا ہو اس کے لیے یہ لازم ہے کہ اس کا سونا اور جاگنا سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کے دائرہ میں ہو۔

میدان جنگ میں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم اگرچہ بظاہر مجاہدین کے لیے ایک کام کا اضافہ نظر آتا ہے جو عادۃ" مشقت و محنت کو چاہتا ہے' لیکن ذکر اللہ کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ وہ محنت نہیں لیتا بلکہ ایک فرحت و قوت اور لذّت بخشتا ہے' اور انسان کے کام میں اور معین و مددگار بنتا ہے۔ یوں بھی محنت و مشقت کے کام کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی کلمہ یا گیت گنگنایا کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو اس کا نعم البدل دے دیا' جو ہزاروں فوائد اور حکمتوں پر مبنی ہے۔ اسی لیے آخر آیت میں فرمایا **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**۔ یعنی اگر تم نے ثبات اور ذکر اللہ کے دوگُر یاد کرلیے اور ان کو میدان جنگ میں استعمال کیا' تو فلاح و کامیابی تمہاری ہے۔

میدانِ جنگ کا ذکر ایک تو وہ ہے جو عام طور پر نعرۂ تکبیر کے انداز میں کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر نظر اور اعتماد و توکل اور دل سے اس کی یاد لفظ ذکر اللہ ان سب کو شامل ہے۔

ایک تیسری چیز کی تلقین اور کی گئی۔ وہ ہے **اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد و نصرت اس کی اطاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے' معصیت اور نافرمانی تو اللہ کی ناراضی اور ہر فضل سے محرومی کے اسباب ہوتے ہیں۔

اس طرح میدانِ جنگ کے لیے قرآنی ہدایت نامہ کی تین دفعات ہوگئیں ثبات' ذکر اللہ' اطاعت۔

اس کے بعد فرمایا **وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا**۔ اس میں مضر پہلوؤں پر تنبیہہ کرکے ان سے بچنے کی ہدایت ہے۔ اور وہ مضر پہلو جو جنگ کی کامیابی میں مانع ہوتا ہے باہمی نزاع و اختلاف ہے۔ اس لیے فرمایا کہ آپس میں نزاع اور کشاکش نہ کرو' ورنہ تم میں بزدلی پھیل جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اس میں باہمی نزاع کے دو نتیجے بیان کیے گئے ہیں' ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے۔ دوسرے یہ کہ تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی' دشمن کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے۔ باہم کشاکش اور نزاع سے دوسروں کی نظر میں حقیر ہو جانا تو بدیہی امر ہے' خود اپنی قوت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے کہ اس میں کمزوری اور بزدلی آجائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی اتحاد و اعتماد کی صورت میں ہر ایک انسان کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت لگی ہوئی ہوتی ہے' اس لیے ایک آدمی اپنے اندر بقدر اپنی جماعت کے قوت محسوس کرتا ہے ۔ اور جب باہمی اتحاد و اعتماد نہ رہا تو اس کی اکیلی قوت رہ گئی' وہ ظاہر ہے جنگ وقتال کے میدان میں کوئی چیز نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا **وَاصْبِرُوْا** یعنی صبر کو لازم پکڑو۔ سیاقِ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ بتلایا گیا ہے۔ اور بیان اس کا یہ ہے کہ کوئی جماعت کتنی ہی متحد الخیال اور متحد المقصد ہو' مگر افراد انسانی کی طبعی خصوصیات ضرور مختلف ہوا کرتی ہیں۔ نیز کسی مقصد کے لیے سعی و کوشش میں اہلِ عقل و تجربہ کی رایوں کا اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ اس لیے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آدمی خلافِ طبع امور پر صبر کرنے اور نظرانداز کرنے کا عادی ہو' اور اپنی رائے پر اتنا جماؤ اور اصرار نہ ہو کہ اس کو قبول نہ کیا جائے تو لڑ بیٹھے۔ اسی صفت کا دوسرا نام صبر ہے۔ آج کل یہ تو ہر شخص جانتا اور کہتا ہے کہ آپس کا نزاع بہت بُری چیز ہے' مگر اس سے بچنے کا جو گُر ہے' کہ آدمی خلافِ طبع امور پر صبر کرنے کا خوگر بنے' اپنی بات منوانے اور چلانے کی فکر میں نہ پڑے' یہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اتحاد و اتفاق کے سارے وعظ و پند بے سود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ آدمی کو دوسرے سے اپنی بات منوانے پر تو قدرت نہیں ہوتی' مگر خود دوسرے کی بات مان لینا' اور اگر اس کی عقل و دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو نہ مانے تو کم از کم نزاع سے بچنے کے لیے سکوت کر لینا تو بہرحال اختیار میں ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے نزاع سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ صبر کی تلقین بھی ہر فرد جماعت کو کر دی تاکہ نزاع سے بچنا عملی دنیا میں آسان ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ **لَا تَنَازَعُوْا** فرمایا ہے۔ یعنی باہم کشاکش کو روکا ہے' رائے کے اختلاف یا اس کے اظہار سے منع نہیں کیا ۔ اختلافِ رائے جو دیانت اور اخلاص کے ساتھ ہو وہ کبھی نزاع کی صورت اختیار نہیں کیا کرتا۔ نزاع وجدال وہیں ہوتا ہے جہاں اختلافِ رائے کے ساتھ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات نہ ماننے کا جذبہ کام

کر رہا ہو۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جس کو قرآن کریم نے **وَاصْبِرُوْا** کے لفظ سے ختم کیا ہے۔ اور آخر میں صبر کرنے کا ایک عظیم الشان فائدہ بتلا کر صبر کی تلخی کو دور فرما دیا۔ ارشاد فرمایا **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ**۔ یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر حال میں ان کا رفیق ہوتا ہے' اور یہی اتنی بڑی دولت ہے کہ دونوں جہان کی ساری دولتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

مواہب الرحمٰن: مولانا امیر علیؒ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کے آداب اور طریقہ شجاعت تعلیم فرمائی۔

لقلہ بمعنی ملنا' ولیکن غالب استعمال اس کا لڑائی کے بھڑنے پر ہو گیا ہے۔ **فئتہ** بمعنی جماعت اور اس کے لفظ سے اس کا مفرد نہیں آیا ہے اور جمع اس کی **فئات** ہے' اور مراد یہاں جماعت کافرہ ہے۔

اگر کہا جاوے کہ اس میں ہر حالت میں ثابت قدمی کا حکم ہے اور اس سے نکلتا ہے کہ قولہ تعالیٰ الامتحرفالقتال او متحیزا الی فئتہ منسوخ ہے یعنی کسی حال میں پیٹھ پھیرنا جائز نہیں ہے' تو جواب دیا گیا کہ منسوخ نہیں ہے بلکہ ثبات سے' کوشش کے ساتھ لڑنا مراد ہے' بلکہ گویا یہ مقصود بدون تحرف و تحیز کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

وقال البیضاوی' اس میں تنبیہہ ہے کہ بندے کو کسی حال میں یادِ الٰہی سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ سختیوں و شدتوں کے وقت' تمام دل سے' فارغ البال ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو' اور اسی کے لطف پر بھروسا کرے کہ وہ کسی حال میں اس سے جدا نہیں ہے۔ اور حرف لعل میں اشارہ کیا کہ باوجود ایسے افعال کے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر واجب نہیں ہے' لہٰذا عاجزی کے ساتھ نصرت و فتح کے امیدوار رہیں' اور اپنے افعال سے نظر اٹھا کر اسی کے افضال پر نظر رکھیں۔

اور جھگڑا مت کرو جیسے تم نے بدر میں پہلے مختلف رائیں نکالیں یعنی آپس میں اختلاف مت کرو کہ تم نامردے ہو جاؤ۔ اور تمھاری قوت و دولت جاتی رہے۔

ریح جو ہوا کے معنی میں ہے یہاں دولت و قوت کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ احکامِ دولت ایسے جاری و نافذ ہوتے ہیں جیسے ہوا چلتی و نفوذ کرتی ہے۔ قتادہ وابن زیدؒ کے قول میں یہ استعارہ نہیں بلکہ حقیقت مراد ہے' کیونکہ نصرت ہمیشہ ایک ہوا سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ **نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور** یعنی مجھے صبا سے فتح دی گئی' اور دبور سے قوم عاد ہلاک کی

گئی۔ نعمان ابن مقرنؓ سے روایت ہے کہ میں رسولؐ کے ساتھ جہاد میں حاضر ہوا ہوں۔ پس جب آپؐ چڑھتے دن میں قتال نہیں کرتے' تو ٹھہر جاتے تھے یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جاوے اور ہوا چلنے لگے' اور نصرت نازل ہو۔ (راوہ ابوداؤد)

حاصل آنکہ جھگڑے و اختلاف سے جو بزدلی کی نشانی ہے بچو۔ اور صبر کرو دشمن سے بھڑ جانے کے وقت' اور ہزیمت نہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابروں کے ساتھ ہے' اور یہی اللہ کے ساتھ ہونے کے معنی ہیں۔

بالجملہ اس آیت میں مومنوں کو صبر و ثابت قدمی کا اور پورے اعتقاد و یقین سے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا حکم دیا' اور اس کو ان نیک لوگوں نے اچھی طرح مانا۔ صبر کا پہلا مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبردستی اپنے نفس کو ثابت قدم رکھتا ہے' اور یہی تکلف سے شرع پر قائم رہنے کا مقام ہے۔ پھر جب صبرِ تحقیقی حاصل ہوا تو وہ مقامِ تشریف ہے۔ پس اوّل تو مجاہدہ ہے' اور دوم مشاہدہ ہے۔ یعنی سوزشِ شوق میں ثابت قدم رہنا چاہیے کہ حضرت حق تعالیٰ کو بھی نیک بندوں کی طرف اشتیاق ہے۔ اور نیز اشارہ ہے کہ بلائے محبت میں صبر کرو اور اس بلا کو اچھی چیز سمجھو' تاکہ میرا مشاہدہ حاصل کرو کیونکہ صابرین پر مقامِ صبر میں تجلی ہے۔ اور نیز میرے ساتھ صبر کرو' کیونکہ صبر کو میرا ساتھ حاصل ہے۔ پس تمہاری مراد مل جاوے گی اور دشمن اور نفس و شیطان پر فتح مندی پاؤ گے۔ واسطیؒ سے پوچھا گیا کہ صبر کی کیا ماہیت ہے۔ فرمایا کہ محنت سے پہلے محبت کی چادر اوڑھ لے۔ پس جب محبت کے ساتھ محنت ملی تو اس کو بلا مشقت اٹھا لے گا۔ پس صابروں کے ساتھ اللہ عزوجل کی معیت کے یہی معنی ہیں۔

تدبّرِ قرآن : مولانا امین احسن اصلاحی

ہدایت دی جا رہی ہے کہ جب تمھارا کفار کے کسی گروہ سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو' اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ ثابت قدمی اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کی نصرت ہمیشہ اسباب کے پردے سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ دنیا بندوں کے لیے امتحان گاہ ہے۔ جب بندے اپنی صلاحیت کا ثبوت دیتے ہیں تو اس کے پردے میں اللہ کی نصرت ظاہر ہوتی ہے۔ بندوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح خدا کا امتحان کریں کہ خود تو گھروں میں بیٹھ رہیں' اور خدا سے یہ امید کریں کہ وہ فتح کر کے کنجیاں ان کے حوالے کر دے تب وہ شہر میں داخل ہوں گے۔

اللہ کا ذکر ثابت قدمی کا ذریعہ ہے۔ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اصلی قوت دل کی قوت ہے

اور دل کو قوت' ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ ایمان سرسبز و شاداب' ذکرِ الٰہی کی جھڑی سے رہتا ہے۔ یہ ذکرِ الٰہی یوں تو سانس کی طرح ہر وقت ایمانی زندگی کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ انسان ہر وقت شیطان سے نبرد آزما ہے' لیکن حالات زیادہ صبر آزما ہوں تو یہ ذکر بھی زیادہ مقدار میں مطلوب ہوگا۔ اسی وجہ سے یہاں کثیر کی قید لگی ہوئی ہے۔

لفظ "فلاح" ایک جامع لفظ ہے۔ یہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی پر مشتمل ہے۔ مجرد غلبہ تو ہو سکتا ہے کہ بغیر ذکرِ الٰہی کے بھی حاصل ہو جائے' لیکن وہ فلاح کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ فلاح اسی غلبہ سے حاصل ہوگی جس کا دروازہ ذکرِ الٰہی کی مدد سے کھلے' اور جس میں غلبہ حاصل کرنے والوں کو خدا کی معیت حاصل ہو۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ کسی فوج کی ثابت قدمی میں اصلی عامل کی حیثیت ہمیشہ اس کے حوصلہ ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس چیز کی اہمیت جس طرح پہلے تسلیم کی گئی ہے اسی طرح آج بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ اسلام نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے حوصلہ برقرار رکھنے کا ذریعہ ذکر الٰہی کو بتایا ہے' اور حق یہ ہے کہ مومنوں کے اندر عزم اور حوصلہ کا سرچشمہ یہی چیز ہے۔

... یہاں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے عام مفہوم کے سوا اس کا ایک خاص مفہوم بھی پیش نظر ہے۔ یعنی دشمن کے مقابل میں کامل نظم اور کامل ڈسپلن کا ثبوت دو۔ جو حکم اللہ نے دیے ہیں ان کی بھی پوری اطاعت کرو' اور جو حکم رسولؐ دے اسکی بھی بے چون و چرا تعمیل کرو۔ جس طرح دل ذکرِ الٰہی سے محروم ہو تو اس میں انتشار برپا ہو جاتا ہے' اسی طرح جماعت اگر اطاعت میں ڈھیلی ہو تو جماعت کا نظم درہم برہم ہو جاتا ہے' اور پھر اس کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔

... اسی بات کو منفی پہلو سے واضح فرمایا کہ اللہ و رسولؐ کے دیے ہوئے احکام سے اختلاف نہ کرنا' ورنہ جماعت مین انتشار برپا ہوگا' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے حوصلے پست ہوجائیں گے' اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ یہی وہ ہدایت ہے جس کی غزوہ احد کے موقع پر ایک جماعت نے خلاف ورزی کی اور اس کا تلخ نتیجہ پوری جماعت کو بھگتنا پڑا۔ قرآن نے آلِ عمران میں اسی کا حوالہ دیا ہے۔ **حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ** (یہاں تک کہ جب تم حوصلہ ہار بیٹھے اور تم نے نبی کے حکم میں اختلاف کیا اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھادی تھی جس کو تم عزیز رکھتے تھے)

... وہی بات جو اوپر **فَاثْبُتُوْا** کے لفظ سے فرمائی ہے۔... **وَاصْبِرُوْا** کے لفظ سے بھی فرمائی ہے۔ البتہ اوپر والی بات افراد کو پیشِ نظر رکھ کر فرمائی گئی ہے' اور یہ جماعت کو پیشِ نظر رکھ کر ارشاد

ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی مدد و نصرت اور اس کی معیت کے طالب ہو تو اپنے جماعتی کردار سے اس کا استحقاق پیدا کرو۔ خدا منتشر بھیڑ کا ساتھ نہیں دیتا' بلکہ ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لیے بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہوں۔

تفہیم القرآن: مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

صبر سے کام لو' یعنی اپنے جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھو۔ جلد بازی' گھبراہٹ' ہراس' طمع اور نامناسب جوش سے بچو۔ ٹھنڈے دل اور جچی تلی قوت فیصلہ کے ساتھ کام کرو۔ خطرات اور مشکلات سامنے ہوں تو تمہارے قدموں میں لغزش نہ آئے۔ اشتعال انگیز مواقع پیش آئیں تو غیظ و غضب کا ہیجان تم سے کوئی بے محل حرکت سرزد نہ کرانے پائے۔ مصائب کا حملہ ہو اور حالات بگڑتے نظر آرہے ہوں تو اضطراب میں تمہارے حواس پراگندہ نہ ہو جائیں۔ حصولِ مقصد کے شوق سے بے قرار ہو کر یا کسی نیم پختہ تدبیر کو سرسری نظر میں کارگر دیکھ کر تمہارے ارادے شتاب کاری سے مغلوب نہ ہوں۔ اور اگر کبھی دنیوی فوائد و منافع اور لذّاتِ نفس کی ترغیبات تمہیں اپنی طرف لُبھا رہی ہوں تو ان کے مقابلہ میں بھی تمہارا نفس اس درجہ کمزور نہ ہو کہ بے اختیار ان کی طرف کھنچ جاؤ۔ یہ تمام مفہومات صرف ایک لفظ "صبر" میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان تمام حیثیات سے صابر ہوں' میری تائید انہی کو حاصل ہے۔

بقیہ: طبقہ مترفین

راجدھانیوں اور جاگیرداریوں کو اسلام کے منصفانہ معاشی نظام کے نفاذ کے بغیر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کے معاشی اصولوں کا مختصر سا خلاصہ اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان اصولوں کی بنیاد پر ان قارونوں کے استحصال کے خلاف ایک زبردست عوامی مگر اسلامی تحریک چلانے کی ضرورت ہے' جس کی قیادت کسی مترف کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ اللہ کے کسی نیک بندے کے ہاتھ میں ہو۔

(جاری ہے)